عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ/نومبر ۲۰۱۱ء

RegNo.P476

جلد:دھم

شمارہ:3

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 200/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

www.darwaish.org

پیام رساں اُمت (آخری قسط)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نور اللہ مرقدہٗ)

مبلغین کی تربیت اور ان کے اوصاف :

اس بارے میں پہلا مسئلہ مبلغین کی تربیت کا مسئلہ ہے۔ بقول حضرت الشیخ علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ ''ضرورت یہ ہے کہ داعی اپنے علم و عمل، فکر و نظر، طریق دعوت اور ذوق و حال میں انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص مناسبت رکھتا ہو۔ حب لِلّٰہ بغض فی اللہ، رافت و رحمت با المسلمین اور مشفقت علی الخلق اس کی دعوت کا محرک ہو، اور انبیاء علیہم السلام کے بار بار دھرائے ہوئے اصول کے مطابق سوائے اجرِ الٰہی کی طلب کے کوئی مقصود نہ ہو۔ '' ان اجری الا علیٰ اللّٰہ '' اور اس کی طلب کی ایسی دھن ہو کہ جاہ و منصب، مال و دولت، عزت و شہرت اور نام و نمود اور ذاتی آرام و سائش کا کوئی خیال راہ میں مانع نہ ہو۔ اس کا بیٹھنا، اٹھنا، بولنا، چلنا، غرض اس کی زندگی کی ہر جنبش و حرکت اسی ایک سمت میں سمٹ کر رہ جائے۔'' ان صلوتی و نسکی و محیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین '' حاصل یہ ہے کہ امتِ محمدیہ کے مزاج کے مطابق یہ ضروری ہے کہ داعی اور دعوت اور طریق دعوت تینوں چیزیں ٹھیک طریق نبوت اور اسوۂ نبوت کے مطابق ہوں۔ داعی خود بھی قلباً اور قالباً داعی اول محمد رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھتا ہو۔ جس حد تک یہ نسبت قوی ہوگی دعوت میں تاثیر اور کشش پیدا ہوگی۔ پھر ضروری ہے کہ دعوت وہی ہو یعنی خالص اسلام اور ایمان اور عمل صالح کی دعوت ہو۔ پھر دعوت کا طریق بھی وہی اختیار جائے جو داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار فرمایا تھا۔ جس حد تک ان تینوں امور میں عہدِ رسالت و نبوت کے ساتھ قرب و مناسبت جتنی زیادہ ہوگی، اتنی ہی زیادہ دعوت کی قوت میں تاثیر اور دعوت کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوگی اور راہ کی ضلالت سے حفاظت اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کی طاقت میں اضافہ ہوگا۔ '' (مقدمہ سوانح مولانا الیاسؒ، سید سلیمان ندویؒ)

تبلیغ و مبلغین کی تربیت کا مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ کاش مسلمان ادارے، ملکی و سیاسی و جماعتی و دیگر اختلاف کو پس پشت ڈال کر دین کی اس خدمت کے لئے متفقہ طور پر کمر بستہ ہو جاتے۔ ضرورت ہے کہ مستقل علمی و تعلیمی اداروں کی طرح مستقل تبلیغی اداروں کو قائم کیا جائے۔ مرکزیت کے لحاظ سے ان اداروں کا بہترین مرکز ہماری مساجد ہو سکتی ہیں۔

مستقل تبلیغی اداروں کی ضرورت:

مبلغین کی تربیت میں امت کے مزاج و قوام اور منہاج نبوت، نبوی اصول دعوت و تبلیغ کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ اسلام یہودیت و عیسائیت کے خود تراشیدہ طرق کی نقل سے فروغ نہیں پا سکتا۔ حضور پاک ﷺ دعوت و اصولِ دعوت و طریقۂ دعوت سب کچھ بتا کر گئے۔ مبلغین کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت اور عملی مشق و مہارت کا اہتمام اور اہل دل حضرات کی صحبت سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس کام کے لئے وہی لوگ منتخب کئے جائیں جو اخلاص و ایثار سے اپنے کو اس بلند مقصد کے لئے وقف کرنے کو تیار ہوں اور اس راہ کی مشقتوں کو قربِ حق اور ترقی درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ جن کا مقصود محض رضائے الٰہی آخرت کی فلاح، اتباع نبوت، اپنی اصلاح اور دین کا فروغ ہو اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اسی کام کو اپنا اوڑنا بچھونا بنانے کو تیار ہوں۔ داعیانِ حق کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ کسی باطل تأثر کو قبول نہ کریں اور نہ کسی ایسی مفاہمت اور مداہنت پر غیر مسلم ممالک میں راضی ہوں جو ان کی دعوت اور کام کو نقصان پہنچاتی ہو۔ تبلیغ کرنے والوں کے لئے ان علاقوں کی زبانوں کا سیکھنا بھی ایک حد تک ضروری ہے وہاں کے رسم و رواج سے واقفیت اور ان کے مذاہب سے آگاہی دعوت میں مفید ہے۔ مبلغین کے لئے سب سے کارگر اسلحہ ان کا اپنا اخلاق و کردار للّٰہیت اور مقصد سے والہانہ وابستگی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے پاس قرآن و اسوۂ نبوی کی دعوت جس کا وہ خود سراپا نمونہ تھے، تیسری چیز نہ تھی۔ گویا داعی سراپا دعوت میں ڈوبا ہو، دعوت اس کا قال نہ ہو، حال ہو، تبلیغ اس کے دکھے دل کی پکار اور اس کے سوختہ قلب کی آہ بن چکی ہو۔ جس قدر دعوت

میں گہرائی ہوگا دعوت کا اثر عمیق و وسیع ہوگا۔ دینی دعوت دلوں کو مخاطب کرتی ہے اور دل بغیر دل سے نکلی ہوئی بات کے متاثر نہیں ہوتے۔ یہ چیز محض پروپیگنڈے یا ضابطہ کے طریقوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اہلِ دل حضرات کی صحبتوں سے میسر آتی ہے۔ امت کا چہاردہ صد سالہ دعوت کا دفتر اس دعویٰ کی شہادت ہے کہ دین انہیں طبقات سے پھیلا جو آرائش ظاہر کے ساتھ جمال باطن سے بھی آراستہ تھے۔ جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا اور جن کا عمل اخلاص وللّٰہیت کی آب حیات سے زندگی پاتا تھا۔ اسلام نے انہیں شاہسواروں کی کوششوں سے فروغ پایا جو رات مصلیٰ پر گزارتے تھے اور دن گھوڑے کی پیٹھ پر۔ تاریخ ان کے متعلق گواہی دیتی ہے۔ **ھم رھبان اللیل وفرسان النھار**، سستی وقعود، تساہل و بے ہمتی ان مردانِ حق کا شیوہ نہیں ہوتی۔

غرض تربیت کے بارے میں دعوت وتبلیغ کے ان جملہ خط وخال اور طریقۂ کار کو سامنے رکھنا ہوگا جو آئینہ نبوی اور طریقۂ صحابہ میں نظر آتا ہے۔ ان تبلیغی وتربیتی اداروں کا قیام جس قدر عمق و حقیقت کے ساتھ ہوگا اور مبلغین کی تعداد سے زیادہ ان کی کیفیت وعملی زندگی پر نظر رکھی جائے گی، نتائج بہتر برآمد ہوں گے۔ ایسے ادارے تمام ممالک اسلامیہ میں ضروری ہیں، بلکہ فقیر کی رائے میں تو ہمارا ہر ہر دارالعلوم بذاتِ خود دارالتبلیغ و دارالتربیت ہو۔ اگر ہمارے علمی مراکز وقت کے دینی مطالبات وضروریات کو پورا نہیں کرسکتے تو ان کی افادیت پر حرف آسکتا ہے بقولِ اقبال

یہ حکمتِ ملکوتی یہ علم لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

بحمداللہ تعالیٰ اسلامی ممالک میں دارالعلوم دیوبند، جامعہ ازہر، جامعہ زیتون، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں دینی مدارس اب بھی موجود ہیں جو اگر اشتراک وتعاون سے عالمی تبلیغ کا کوئی لائحہ عمل تیار کریں اور مبلغین کی تربیت کا بندوبست کریں اور دوسرے مسلمانوں کی مدد سے ان کے تربیت وحکمت کے ساتھ مختلف ممالک میں بھیجنے کا انتظام وانصرام کریں تو ایک حد تک اس فرضِ کفایہ سے امت سبکدوش ہوسکتی ہے۔ غیر مسلم ممالک میں بھی اہم مقامات اور

خاص ناکوں پر مستقل تبلیغی مراکز کا قیام ضروری ہے۔ جہاں مقامی باشندوں کی دینی و اسلامی اور دعوتی تعلیم وتربیت کا بندوبست ہو، تا کہ ہر علاقے کے لوگ خود اپنے علاقوں کی دینی ضروریات کے خود کفیل ہوسکیں۔ مبلغین کی تربیت کے علاوہ ایک اہم و مستقل کام اسلامی لٹریچر کی تیاری، فراہمی اور اشاعت کا ہے۔

اسلامی دعوتی لٹریچر کی ضرورت:

غیر مسلموں کے مختلف طبقات کے لئے مختلف زبانوں میں مختلف لوگوں کی ذہنی سطح کا خیال رکھتے ہوئے کتابیں مرتب کرنی ہونگی۔ قرآن کریم اور سیرت نبویہ کے علاوہ اسلامی عقائد، عبادات ، اخلاق ومعاملات اور معاشرت کو مختلف طریقوں سے پیش کرنا ہوگا۔ مختلف مذاہب وممالک کے ذہن کا خیال رکھتے ہوئے، مابہ الاشتراک کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام کا پیام بے کم وکامت پیش کرنا ہوگا۔ عیسائی ممالک میں (شمالی امریکہ وجنوبی امریکہ، یورپ آسٹریلیا وغیرہ) کے لئے جو کتابیں تیار کی جائیں، ان میں عیسائیت اور اسلام کی مشترکہ چیزوں کو نمایاں، حضور ﷺ کی بے داغ زندگی ، اسلامی اخلاق کی فوقیت رحم وکرم ، حبِ الٰہی ، انسانی حقوق مساوات وعدل وغیرہ کے عنوانات اور اسلام کی عملیت اور کامیاب زندگی کی ذیلی سرخیوں کو اجاگر کرنا ہوگا۔ متعصب پادریوں اور مستشرقین نے جو زہر پھیلا رکھا ہے ان کا تریاق بغیر اعتراضات کی نقل یا تعریض واشارہ کے مثبت ومؤثر پیرایہ میں کرنا ہوگا۔ لادین دہریہ حضرات کے لئے قرآنی حکیمانہ طرز ، داعیین کی للّٰہیت وقربانی، ایثار واخلاق محمدیؐ حق کا دروازہ کھلوائے گا۔ اشتراکی ممالک کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ وہاں اولاً قدیم مسلمانوں میں احیاء دین کی کوشش کرنی ہوگی اور اس کے بعد دوسرے طبقات کو دعوت دی جائے گی۔ اسی طرح دعوت کی فطرتی ترتیب اور **الاھم فالاھم** کے اصول کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ للّٰہیت واخلاص محبت وبشارت، سہولت وشفقت پیمبرانہ دلسوزی وجگر کاوی، جان سپاری وجان نثاری دعوت کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔

کفرو اسلام کا فیصلہ کن معرکہ اور اسلام کا مسلمانوں سے مطالبہ:

اسلامی کا اپنے فرزندوں سے مطالبہ ہے کہ آگے بڑھیں اور ظلم و باطل، الحادو دہریت، خدا ناشناسی و مادیت سے کچلی ہوئی انسانیت کو عدل وانصاف، ہدایت وحق پرستی ایمان وروحانیت معرفت و یقین کا پیام پہنچائیں۔ اور نسلی ولونی، وطنی وملکی، معاشی ونظریاتی فرقوں اور طبقات میں بٹی ہوئی دنیا کو، خدائے واحد کی بندگی، انسانی عدل و مساوات، محبت و پیار کا آخری سندیسہ سنائیں تا کہ دنیا ملتِ واحدہ بن کر رحمۃ للعلمین ﷺ کے سراپا رحمت دین سے مشرف ہو سکے

بیا تا گل بافشانیم و مے درساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم
شراب ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم
نسیم عطر گرداں را شکر درمجمر اندازیم (اقبالؔ)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امتِ مبعوثہ کو توفیق بخشے کہ وہ کمالِ ایمان اور دینی رنگ میں نکھر کر اپنے دعوتی فریضہ کو انجام دے سکے اور عالم کو اسلامی ہدایت ونور، دینی سکون وچین اور دنیاوی عدل و مساوات کا پیام پہنچا سکے۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین . اللھم صل و سلم وبارک علی النبی المزکی الامین والہ وصحابہ واتباعہ الیٰ یوم الدین .

کتابیات

(۱) قرآن کریم
(۲) تفسیر ابن کثیر : علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر
(۳) تفسیر کبیر : امام فخر الدین رازی
(۴) احکام القرآن : امام ابوبکر جصاص رازی حنفی۔ ایثر الدین محمد بن یوسف
(۵) البحر المحیط : علامہ ابن حیان الاندلسی

(٦) تفسیر خازن : علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی

(۷) تفسیر انور التنزیل : قاضی ابو سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی

(۸) معالم التنزیل : امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی

(۹) التفسیر القیم : علامہ ابن قیم الجوزی

(۱۰) صحیح بخاری : امام محمد بن اسمٰعیل البخاری

(۱۱) سنن ابوداؤد : امام داؤد۔ سلیمان بن لاشعث السجستانی

(۱۲) صحیح مسلم : امام مسلم

(۱۳) جامع ترمذی : امام ابو عیسٰی ترمذی

(۱۴) ابن ماجہ : امام ابن ماجہؒ

(۱۵) مشکوٰۃ المصابیح : ولی الدین محمد التبریزیؒ

(۱۶) کنز العمال : علامہ شیخ علی متقیؒ

(۱۷) زاد المعاد : امام بن قیم الجوزیؒ

(۱۸) الوابل الصیب : امام بن قیم الجوزیؒ

(۱۹) فتح الباری : حافظ ابن حجر العسقلانیؒ

(۲۰) احیاء العلوم الدین : امام غزالیؒ

(۲۱) کتاب الرد علی المنطقین : امام ابن تیمیہؒ

(۲۲) اسد الغابہ : علامہ ابن ایثر الجزریؒ

(۲۳) تاریخ البدایۃ والنہایۃ : امام ابن کثیرؒ

(۲۴) حجۃ البالغہ : شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

(۲۵) مقدمہ سوانح مولانا محمد الیاس : علامہ سید سلیمان ندویؒ

(۲۶) مقدمہ جامع المجددین : علامہ سید سلیمان ندویؒ

(۲۷) انجیل : مرقس

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاء اللہ ۱۷ دسمبر بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔ بیان عشاء کے بعد ہوگا۔

بیان چترال (بونی) اجتماع ۲۰۰۶ء (تیسری قسط)

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

تین صحابہؓ تھے۔ ان کے نام بھی آئے ہوئے ہیں کتابوں میں، میرا مطالعہ چونکہ بہت پہلے کا ہے اس لئے مجھے نام یاد نہیں۔ ان کو کافروں نے گرفتار کرلیا اور اپنے سردار کو بتایا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ ہیں اور صحابہؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کو اپنی بات سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ صحابیت کی شان ہے کہ اپنے مؤقف پر ڈٹنا جو صحابی کو حاصل ہے وہ غیر صحابی کو نہیں حاصل۔ انھوں نے کہا کہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ ان کو اپنے مؤقف سے نہیں ہٹایا جاسکتا، مفاد اور مزہ دو ایسے ہتھیار ہیں کہ کسی پر استعمال کرا تو کیسے قابو میں نہیں آتا۔ وہ انھی ترغیبیں دیتے رہے دیتے رہے پر نہ ہوا۔ آخر انھوں نے تیل ابالا اور دو ساتھیوں کو اس میں گرایا اور وہ شہادت کے مقام پر سرفراز ہوئے اور ایک ہی آدمی رہ گیا۔ اس کے بارے میں وزیر نے سوچا کہ یہ بڑا خوبصورت اور قابل نوجوان ہے اس کو تو قابو میں آنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ اسے آگ میں نہ پھینکیں۔ اس کو ہم ٹھیک کردیں گے۔ آپ اسے ہمارے حوالے کردیں۔ تو اس نوجوان صحابی کو اس وزیر کے حوالے کردیا گیا۔ وزیر نے اسے اپنی نوجوان لڑکی کے حوالے کیا اور کہا کہ جو کچھ بھی تجھ سے ہوسکے کرلے۔ بس اس آدمی کو تم نے متاثر کرنا ہے۔ اس لڑکی نے ہر طرح کی کوشش کی۔ اکٹھے ایک جگہ رہتے ہوئے کافی دن گزر گئے۔ مگر وہ لڑکی کسی طرح بھی اسے متاثر نہ کرسکی کیونکہ وہ مزے یا مفاد کے راستے ہی سے صحابی کو متاثر کرسکتی تھی جبکہ توحید پکی تب ہوتی ہے جب مزہ اور مفاد ذاتِ ذوالجلال کے تعلق پر قربان ہو جائیں۔ اور صحابی تو اس ایمان والا ہے کہ مفاد اور مزے کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر قربان کیا ہوا ہے۔ تو جس چیز کو قربان کیا ہوا ہے پھر اس کی طرف کیسے آئے گا۔

بالآخر لڑکی اس کو متاثر کرنے کی بجائے خود اس سے متاثر ہوگئی۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے تو تو میرے قابو میں نہ آیا لیکن میں تجھ سے متاثر ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تو میرا ہوجائے۔ اب تو جو بھی کہے گا میں وہ ماننے کو تیار ہوں۔ صحابیؓ نے اس کو دعوت دی ایمان قبول

کرنے کی اور آخرت کی۔ اس نے کہا میں تیار ہوں۔ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ دو گھوڑے ہمیں دئے جائیں تاکہ میں اسے سیر کراؤں گھماؤں پھراؤں کیونکہ یہ اس گھٹن والے ماحول میں متاثر نہیں ہو رہا۔ تو دونوں وہاں سے نکلے گھوڑوں پر اور چلے آئے۔ کہیں صحرا میں ان کی رات آئی۔ رات کو اس کے دونوں شہداء صحابہؓ جنھیں کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر شہید کیا گیا تھا حالتِ بیداری میں زندہ سلامت صورت کے ساتھ آئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم بہت خوش ہوئے۔ ان سے پوچھا آپ کیسے آئے؟ انھوں نے کہا: ''ہم آپ کے نکاح کی رسم میں شامل ہونے کے لئے آئے ہیں۔''

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سید احمد شہیدؒ کے شہداء کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔ ان شہداء میں ہندوستان کے ایک بزرگ عالم کے دو بیٹے آئے ہوئے تھے۔ وہ شہید ہو گئے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں تہجد میں اُٹھا تو مکان کے باہر گھوڑون کے ٹاپوں کی آواز آئی اور کسی نے کہا شہدائے بالاکوٹ آپ کی ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ دروازہ کھولا تو دونوں بیٹے پٹیاں باندھے ہوئے داخل ہو گئے، بیٹھے، والد صاحب سے باتیں کیں پھر چلے گئے۔ صبح دیکھا تو اس جگہ خون بھی لگا ہوا تھا جس جگہ وہ بیٹھے تھے۔ ولا تقول فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولا کن لا تشعرون اور دوسری آیت میں فرمایا بل احیاء عند ربھم یرزقون. کہ ان کو روزی دی جاتی ہے سبحان اللہ۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ اتنا نظم وضبط نصیب فرماتا ہے اور سچ بات ہے کہ دشمن کو پچھاڑ لینا اور بھینسے کو پچھاڑ لینا اس میں اتنا لطف نہیں ہے جتنا نفس کو پچھاڑنے میں ہے۔ جب خواہشِ نفس انسان کے قابو میں آتی ہے تو پھر انسان کو زندگی کا لطف آتا ہے۔ زندگی کا لطف اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن سے اس کو اپنے نفس پر غلبہ ملتا ہے اور وہ اس پر قابو پاتا ہے۔ مگر ہم اور آپ نے اپنے آپ کو فضولیات اور فضول ماحولوں میں لے جا کر، فضولیات میں لگ کر، فضول چیزوں سے آشنا ہو کر اپنے آپ کو ضائع کیا ہوا ہے۔ نہ اپنے بارے میں، نہ اپنی اولاد کے بارے میں، نہ امتِ مسلمہ کے بارے میں اور نہ ہی گردوپیش کے بارے میں کوئی فجر ہے۔ تربیت کرانا تربیت لینا اس کا تو کوئی

تذکرہ ہی نہیں ہے۔

حضرت مولانا زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مدینہ منوّرہ سے خطوط لکھے اور ایک تحریر شائع فرمائی اور سارے مدارس کو بھیجی اور سارے مدارس سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ کے مدارس میں سلاسلِ تصوف کا رواج نہیں ہوگا اور بیعت کا اور تربیت کا رواج نہیں ہوگا تو آپ کے علماء پکّے نہیں ہوں گے۔ مفتی شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خط ملا تو انھوں نے اپنے دونوں بیٹوں تقی عثمانی صاحب اور رفیع عثمانی صاحب سے کہا کہ برخوردار تم تو جا کر ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) سے بیعت ہو جاؤ کیونکہ مفتی تو تم ہو اور شیخ الحدیث ہو لیکن اس علم کے بعد جو نفس کے اندر ذاتِ ذوالجلال کا تعلق قرار پکڑتا ہے اور نفس کی جو خباثتیں اور گندگیاں ٹوٹتی ہیں جس کو فنا کہتے ہیں اور اس کے اندر نیک خصائل اور نیک صفات جب آ کر جڑ پکڑتی ہیں جس کو کہ بقا کہتے ہیں یہ تو اُس آدمی کو حاصل ہے۔ واقعی ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نہ تو شیخ الحدیث گزرے نہ مفتی گزرے لیکن نسبتِ باطنیہ کے ماہرین کہتے ہیں کہ مفتی شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ کا قدم اگر آگے نہیں تھا تو کسی صورت پیچھے بھی نہیں تھا۔

میں نے پشاور یونیورسٹی میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور نکلنے لگا تو ایک طالبِ علم آیا۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس میں مجھے زیارت ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک ہفتے کے اندر میرے بیٹے کی وفات ہو جائے گی۔ میں نے کہا برخوردار آپ کی خواب یہ بات بتا رہی ہے کہ ایک بہت اونچے درجے کے عالم وفات پانے والے ہیں۔ اس کے بعد کا جمعہ آیا تو ہمارے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ ہے پشاور کے باہر لنڈی ارباب گاؤں میں وہاں میں گیا تو ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کی وفات ہوگئی۔ میں نے کہا کہ سبحان اللہ ہمارے ایک عام طالبِ علم کو ایک ہفتہ پہلے ہی اس کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوگئی تھی۔ جو بھی بزرگ وفات پاتے رہے ہیں ان کو میں خواب میں دیکھتا رہا ہوں۔ مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ اشاعتیوں کے ہاتھ

سے نکل گئے تھے اور مسلک دیو بند پر آ گئے تھے۔ اُن کی وفات کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا سفید کپڑوں میں ملبوس۔ مفتی محمود صاحبؒ کو خواب میں دیکھا سفید کپڑوں میں ملبوس اور زندہ بھی ہیں۔ کسی آدمی کو دیکھا کہ ان کی ایڑی پکڑنا چاہتا ہے تو اس کی تعبیر یہ آئی کہ سیاست اس آدمی کو مل جائے گی لیکن نری سیاست ہوگی۔ ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب کی وفات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ پشاور یونیورسٹی ہے اور اس میں ایک ایسا جلوس آ رہا ہے جس طرح کوئی بہت بڑا شہنشاہ کسی مملکت کا آ رہا ہو۔ گاڑیاں آگے پیچھے اور جلوس میں جس طرح موٹر سائیکلیں ہوتی ہیں موٹریں ہوتی ہیں۔ قسم ہا قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، ان کے محافظ ہوتے ہیں، گارڈ ہوتے ہیں۔ ایک شور و غوغا ہے۔ میں نے کہا یا اللہ یہ تو کوئی بہت ہی بڑا آدمی آ رہا ہے تو پیچھے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب سفید کپڑوں میں آ رہے ہیں۔ اور ہماری مدینہ مسجد جس میں ہمارے سلسلے کے سارے کام ہوتے ہیں اس کے پیچھے سارا جلوس ٹھہر گیا اور کاروائی شروع ہوگئی۔ لہٰذا مجھے اس بات کا اندازہ ہوا کہ ایک تو اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ ڈاکٹر صاحب اللہ کے بہت مقبول بندے دنیا سے اٹھ گئے اور دوسرا یہ کہ ہمارے سلسلے میں ان کا فیضان آئے گا۔ سوچا کیسے آئے گا؟ ان کی کتاب اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی تو بہت پسند آئی تو اسے ہم نے نصاب میں شامل کیا۔ ہمارے تین درجے کے نصاب میں درجہ دوم میں ہے۔ پھر 'بصائرِ حکیم الامت' جو پڑھی تو سبحان اللہ۔ یہ کتاب تو تصوف کی ایسی مہم بحث ہے جو پرانے بزرگوں کی گویا یادگار ہے۔ تو دونوں حضرات کو مفتی شفیع صاحبؒ نے تربیت کے لئے وہاں بھیجا۔ تو تربیت تو میرے بھائی اپنے نفس سے کشتی، کشتی کیا بلکہ دھینگا مشتی ہے اور رگڑا رگڑی ہے اور پیہم کوشش ہے۔ پھر تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہٗ نے ہی ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب کی سوانح لکھی ہے جو کہ قریباً ۹۰۰ صفحے پر مشتمل ہے۔

تو خاک میں مل تو آگ میں جل، جب اینٹ بنے تب کام چلے
ان کچی پکی بنیادوں پر تعمیر نہ کر تعمیر نہ کر

ایک دفعہ ایک نقشبندی بزرگ کے ہاں ہماری حاضری ہوئی۔ وہ بیان فرما رہے تھے۔

انھوں نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ قصور میں ایک بزرگ دفن ہیں بابا بُلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ۔ ان کا آخری حال مجذوبیت کا ہوا ہے۔ لہٰذا ان کے کلام میں بعضے شطحیات ہیں۔ یہ اُن باتوں کو کہتے ہیں جو صوفی کی زبان سے مستی کے حال میں نکل جاتی ہیں اور وہ قرآن وحدیث کے ترازو پر ڈالی جائیں تو ٹھیک نہیں ہوتیں۔ چونکہ ان کے منہ سے ہوش وحواس کے مدہم ہونے کے وقت نکلی ہیں اس لئے وہ مجرم نہیں ہیں لیکن صحیح ہوش وحواس والے وہ باتیں کہیں گے تو معصیت اور گناہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہہ دیا کہ اگر ان کے کلام کو پڑھنے کا موقع آ گیا تو گڑبڑ نہ ہو جاؤ۔ اُن نقشبندیہ بزرگ نے کہا کہ بابا بلھے شاہؒ کا ایک مرید ملاقات کے لئے گیا۔ گھر میں پانی نہیں تھا۔ بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ خود پانی کا گھڑا بھر کر کندھے پر اُٹھائے تشریف لا رہے ہیں۔ اللہ والے بے تکلف ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک اپنی حیثیت جس کو آپ status کہتے ہیں، کا کوئی خبط نہیں ہوتا۔ کہ میں بڑا آدمی ہوں میرے کپڑے ایسے ہونے چاہئیں، میرا چلنا ایسا ہونا چاہئے، میری سواری ایسی ہو، مکان ایسا ہو، ایسے نہیں ہوتے۔ status conscious نہیں ہوتے، بے تکلف ہوتے ہیں۔ ان کو کسی کام کے کرنے سے جو خلافِ شریعت نہ ہو عار وشرم محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے خود ہی پانی بھرنے چلے گئے۔ جب آئے تو مرید کو بڑا افسوس ہوا تو اس نے گھڑے سے کہا کہ اے بے ادب گھڑے کیسا بے ادب ہے کہ تو میرے شیخ کے کندھے پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ ان کی کتاب میں پنجابی کی پوری نظم ہے اور بہت میٹھی نظم ہے۔ جب ہمارے حضرت صاحب سناتے تھے تو آدمی کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ گھڑے نے کہا کہ مسئلہ یہ ہے کہ میں مٹی تھا۔ کمہار کے بچے بڑی بڑی کدالیں لے کر گئے اور مار مار کر میری کمر توڑی اور میرے ڈھیلے نکالے۔ پھر انہیں دھوپ میں ڈالا۔ ایسی دھوپ کہ اس نے میری رگ رگ سے پانی کو نکال کر خشک کر دیا۔ پھر کمہار کے بچے ڈنڈے لے کر آئے اور مجھے اتنا مارا کہ پیس کر سرمہ بنا دیا۔ جب تک کمہار کی مٹی کا مارا جانا صحیح نہ ہو تو برتن میں کمی آجاتی ہے اور وہ ٹوٹتا ہے۔ تو خوب مارنے کے بعد بڑا دادا کمہار دو انگلیوں میں مٹی کو لے کر دیکھتا ہے اور بتاتا ہے کہ ابھی تیار نہیں ہوئی۔ بچے پھر اسے مارتے ہیں اور جب تھکتے ہیں تو دادا جان سے پوچھتے ہیں کہ مٹی تیار

ہوئی۔ دادا کمہار دیکھ کر بتاتا ہے کہ ابھی بھی نہیں ہوئی۔ بالآخر جب وہ دیکھ لے کہ اس کا ایک ایک ذرّہ علیحدہ ہوگیا ہے اور اب یہ آپس میں چپکے گا اور اس میں قوت آئے گی تو کہتا ہے کہ اب ٹھیک ہے۔ تو گھڑا کہتا ہے کہ میری پٹائی کر کر کے شامت کردی اور پھر مجھے پانی میں ڈالا گیا اور کیچڑ بنایا گیا۔ ہم تو سمجھے کہ شاید اس دھوپ سے اور مار سے تکلیف ختم ہوگئی لیکن ابھی ختم نہیں تھی۔ اس کے بعد ہمیں کمہار نے ایک چکر پر چڑھایا۔ نئے لوگوں کو تو پتا بھی نہیں کہ کمہار برتن کیسے بناتا ہے۔ نیچے پیر سے ایک چکر کو گھماتا ہے تو اوپر سے دوسرا گھومتا جاتا ہے۔ اس پر کیچڑ کا ٹکڑا رکھتا ہے اور اوپر ایسے گولائی میں ہاتھ رکھتا ہے تو گھڑا بن جاتا ہے۔ چکر کی گولائی خود اس کو گول کردیتی ہے۔ کہتا ہے کہ مجھ سے گھڑا بنایا گیا۔ میں سمجھا کہ اب تکلیف ختم ہوگئی لیکن پھر لے جا کر دھوپ میں رکھا گیا۔ جب گھڑا نیم خشک ہوتا ہے تو بڑا کمہار اس کو لیتا ہے اور چاروں طرف سے دیکھتا ہے تو اسے اندازہ ہوجاتا ہے کہ کس جگہ سے نیچے ہے کس جگہ سے اوپر ہے کس جگہ سے باہر ہے کس جگہ سے اندر ہے۔ اس کے پاس ایک چیز ہوتی ہے اس کو وہ اندر رکھتا ہے اور باہر سے اس کو مارتا ہے تو چونکہ یہ نیم خشک ہوتا ہے تو اس کی ساری کمیاں کوتاہیاں درست ہوجاتی ہیں۔ تو کہتا ہے کہ میری پٹائی کی اس کے بعد میں سمجھا کہ تکلیف رفع ہوگئی ہوگی پر نہیں۔ اس کے بعد مجھے آگ کے آوے میں ڈالا گیا۔ چاروں طرف لکڑیاں گھاس پھوس ڈالی گئی۔ آگ جلی اور ایسی جلی کہ اس نے تو رگ رگ کو جلا کر ہماری شامت کردی اور اس کے بعد جب نکالا گیا تو اب میں گھڑا بنا ہوں۔ مجھے صاف ستھرا رکھا جاتا ہے، جب مجھ پر دھوپ آئے تو اٹھا کر سائے میں رکھا جاتا ہے، میری قدر کی جاتی ہے، میرا خیال رکھا جاتا ہے، مجھے سنبھالا جاتا ہے اور پھر وہ گھڑا اس مرید سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ اے مرید اس کے بعد کہیں جا کے میں تیرے شیخ کے کندھے پر سوار ہوا ہوں ویسے ہی نہیں ہوا! میں مجاہدات، مشکلات اور تکالیف کے اتنے دور سے گزرا ہوں۔

تو خاک میں مل تو آگ میں جل، جب اینٹ بنے تب کام چلے ؎

ان کچی پکی بنیادوں پر تعمیر نہ کر تعمیر نہ کر

اس لئے عرض ہے کہ اپنے آپ کو تربیت کے لئے پیش کرنا ہوتا ہے۔ بعض آدمی سلسلے میں بیعت ہو جاتے ہیں اور کوتاہیاں کر رہے ہوں تو ساتھی کہتے ہیں کہ فلاں آدمی آپ سے بیعت بھی ہے اور کوتاہیاں کر رہا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پہلے زمانے میں پیر کامل ہوتے تھے آج کل مرید کامل ہوتے ہیں۔ بس بیعت کرنے کے بعد اتنی ہی استعداد ہے کہ اس کو اتنی ہی بات کہتے ہیں دوسری سختی کی بات جو آپ کہہ رہے ہیں وہ اگر اس سے کہوں تو یہ بیعت سے ہی ٹوٹ جائے گا۔ اس کی اصلاح رک جائے گی۔ استعداد ہی نہیں ہے۔ اور آجکل کی وہ بیعت ہے ہی نہیں جس میں بیعت کرنے والا اپنے آپ کو حوالے کرتا تھا کہ اب اگر انھوں نے کہا کہ لگاؤ چھلانگ اس دریا میں، سمندر میں اور کود لگاؤ چھلانگ آگ میں تو میں نے سوچنا نہیں ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

انحطاط اور گراوٹ کا دور ہے۔ بات کہنی ہی اتنی ہوتی ہے جس کو لے کر وہ ہضم کر سکے، برداشت کر سکے اور اس پر عمل کر سکے۔ استعداد سے زیادہ بات کہی جائے تو اس کے عمل کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ٹوٹ جاتا ہے اور سلسلے سے رہ جاتا ہے۔ ڈاکٹر طارق صاحب کو اس دن میں بتا رہا تھا کہ حافظ عماد صاحب سے ہم نے بیان لکھوایا تو جو میں نے صحیح اردو بولی ہوئی تھی اس کے بھی مذکر مؤنث غلط لکھے ہوئے تھے۔ اس پر میں نے کہا کہ باطن کی اٹھان تو گھر کی ہے۔ اتنا جو اس کے باطن کو حاصل ہوا ہے گھر سے ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ میں بات کو ایک طرح بول رہا ہوں لیکن اس کو یہ اپنے باطن میں اُس طرح لے رہا ہے جو اس کے پاس بنیادی تربیت ہے۔ اسی لئے انگریز پہلی جماعت سے ہی انگریزی کو عام کرانا چاہتا ہے۔ ان کے ماہرینِ نفسیات نے اس بات کو لکھا ہوا ہے کہ انگریزی کو ایسا پڑھایا جائے کہ اس کی سوچ ہی انگریزی میں ہو۔ so that the person starts thinking in english۔ وہ پہلے انگریزی میں سوچے اور پھر اس کو دوسری زبان میں ترجمہ کرے تب جا کے وہ ہماری تہذیب و ثقافت اور کلچر میں رنگا

جائے گا۔ وہ تو جب نفس ٹوٹتا ہے اور باطن کے سارے اثرات زائل ہوتے ہیں اور جب آدمی شیخ کے رنگ میں رنگتا ہے یہاں تک کی اس کا اٹھنا بیٹھنا چال ڈھال اس رخ پر آتی ہے ایسا رنگ میں رنگتا ہے اور یہاں تک کی شکل بدلتی ہے۔ بہر حال چیز باطن میں عکس کی شکل میں آتی ہے پھر باطن میں جڑ پکڑتی ہے۔ یہ بات صحبت سے حاصل ہوتی ہے اور صحبت شخصیات کاملین کی ہوتی ہے۔ جو اُن کے اندر ہوتا ہے وہ اپنے اندر آتا ہے۔ جتنا جس کے اندر ہوتا ہے اتنا ہی منتقل کر سکتا ہے۔ ہمارے ساتھی کہا کرتے ہیں کہ تو کالج میں آیا تو باطل کے ماحول میں آکر بھی اس سے متاثر نہ ہوا ،اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کی وجہ بنیادی طور پر وہ دو مجلسیں جو میری ایک آدمی کے ساتھ ہوئی ہیں اور ایک مجلس دوسرے آدمی کے ساتھ بچپن میں ہوئی ہے۔ سب سے پہلے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کے ساتھ جو بیٹھنا ہوا ہے تو اس آدمی کے اندر کفر اور باطل کو توڑنے کے لئے اپنی جان کو ٹکڑے ٹکڑے کر لینے کا جذبہ ہوتا تھا۔ تو اس نے ایک ایسی سوچ دی ہے کہ ہم انگریز کی برتری سے کبھی متاثر نہیں ہوئے کہ کسی چیز میں اس کی برتری کو ہم تسلیم کر لیں۔ واقعی ناموسِ رسالت کے اس مسئلے سے پہلے جو ایک واقعہ ہوا تھا جس کے نتیجے میں سارے پاکستان میں تحریک اُٹھی تھی رسالت کے معاملے میں۔ اس میں ایک انگریز نے جلوس کو دیکھا تو جلوس کے جوش و خروش کو دیکھ کر کہا کہ اگر ہم نے سیاسی ہتھکنڈوں سے قبضہ نہ کیا تو یہ ہمیں کھا جائیں گے۔ مولانا ہزارویؒ کا جذبہ باطل کو توڑنے کا اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا جو قول ہے عربی میں فک کل نظام کہ سارے نظاموں کو توڑ کر دھڑام سے گرا دو۔ یہ جذبہ تھا اس آدمی کا۔ اور دوسرے ختمِ نبوت کے عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھنا تو ہمیں نصیب نہ ہوا، ان کے خلیفہ تھے قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی زیارت نصیب ہوئی، ایک رات ہم نے ان کے ساتھ گزاری ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک لاکھ آدمی جو ہم نے جمع کئے تھے شاہی باغ میں ختمِ نبوت کا جلسہ ہو رہا تھا۔ اس کی صدارت ہمارے حضرت مولانا صاحب کا ایک مرید کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب بڑے نعرے لوگ لگا رہے تھے لیکن جس وقت 'تاج و تختِ ختمِ نبوت' کا نعرہ بلند ہوتا تو اس کا ہم پر بہت اثر آتا تھا۔ میں

نے کہا برخوردار یہ ہمارے سلسلے کا نعرہ ہے جو عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ تقریر میں لگایا کرتے تھے۔ جب وہ کہتے ’تاج وتختِ ختمِ نبوت‘ تو پھر آگے بیٹھے مجمع کو پتا نہیں چلتا تھا کہ گولی آرہی ہے یا کچھ اور۔ دراصل آپ لوگوں کے اعصاب میں وہ چیز داخل ہے جس وجہ سے اس نعرے سے متاثر ہورہے تھے۔

شروع میں آیت پڑھی تھی اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ وَّ زِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَ تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ط کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ط وَ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ لا وَّ مَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ O (سورۃ الحدید ۲۰)

ترجمہ: تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات (ہرگز قابلِ اشتغال چیز نہیں کیونکہ) محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا (قوت وجمال اور دنیوی ہنر وکمال میں) اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے (یعنی مقاصد دنیا کے یہ ہیں کہ بچپن میں لہو ولعب کا غلبہ رہتا ہے اور جوانی میں زینت وتفاخر کا اور بڑھاپے میں مال ودولت آل واولاد کو گنوانا اور یہ سب مقاصد فانی اور خواب وخیالِ محض ہیں جس کی مثال ایسی ہے) جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کا اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ (کھیتی) خشک ہوجاتی ہے سو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے (اسی طرح دنیا چند روزہ بہار ہے پھر زوال واضمحلال، یہ تو دنیا کی حالت ہوئی) اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں (دو چیزیں ہیں ایک تو کفار کے لئے) عذابِ شدید ہے اور (دوسری اہلِ ایمان کے لئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے (اور یہ دونوں باقی ہیں، پس آخرت تو باقی ہے) اور دنیوی زندگانی محض دھوکہ کا اسباب ہے۔ (معارف القرآن)

حضرت شیخ نے فضائل اعمال میں اس آیت کے بعد لکھا ہے کہ بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس کا جذبہ کھیل تماشے کا ہوتا ہے۔ بڑے معزز آدمی کا بچہ ہے۔ کپڑے گندے میلے کچیلے، دیکھنے کا

نہیں ہے۔ بدن میلا کچیلا لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے کھیل کے میدان سے اور کھیل سے ماں باپ نہ نکالیں۔ ایسا کھیل کا جذبہ ہے کہ اس پر سب قربان کئے ہوئے اسی کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ سمجھدار ماں باپ کو پتا ہے کہ اس عمر میں کھیل کو تو تھوڑا بہت ایک دو گھنٹہ دینا ہے لیکن باقی وقت اس کا اگر تعمیری کاموں میں نہ لگایا تو یہ کسی کام کا نہیں ہوگا۔ اس لئے باوجود اس کی چاہت، خواہش اور طلب کے اس کو وہاں سے نکالتے ہیں، کوشش سے، ڈرا دھمکا کر، مار پٹائی کر کے، لالچ دے کر، کسی نہ کسی طریقے سے اسے نکالتے ہیں اس حال سے کیونکہ ان کو پتا ہے کہ اس حال کا اس وقت مزہ بہت ہے لیکن مستقبل میں اس کا مفاد نہیں ہے۔ پھر ہے زِینَتٌ۔ جب بالغ ہوتا ہے نوعمر ہوتا ہے تو زینت اس کا جذبہ بنتا ہے کہ بال ہوں تو اس سٹائل کے۔ گھر میں بچوں نے جھگڑا ڈالا ہوا ہوتا ہے کہ اتنے پیسے دو فلاں (نام نہیں لیتا کہ فضول جگہ کی شہرت کیوں ہو) جگہ جا کر بال ترشواؤں گا کیونکہ وہ آدمی کی شکل کے مطابق ہیئر کٹ کرتا ہے۔ پھر نہانا دھونا اور کیا کیا اپنے اوپر ملنا۔ بطور ڈاکٹر آپ کو کہتا ہوں کہ جتنے شیمپو اور چیزیں آپ بازار سے خرید کر لاتے ہیں ساری مضرِ صحت ہیں اور میڈیکل کتابوں کے حوالے کے ساتھ بتا سکتا ہوں۔ تو ان کو رگڑتا ہے اور چمکاتا ہے اپنے آپ کو۔ ہمارے میڈیکل کالج میں تو بڑا مقابلہ ہوتا ہے مخلوط تعلیم ہے۔ جو لڑکا بہت بناؤ سنگھار کر کے آیا کرتا ہے تو اسے میں کہا کرتا ہوں کہ ادھر آؤ بات سنو۔ گوره دا جینوټارے هلك ده جنکو نه خوخیگی۔ کہ عورت نما مرد لڑکی کو پسند نہیں آیا کرتا۔ یہ لڑکی کی نفسیات ہے، یہ اس کی نفسیات ہے کہ جو اس کی اپنی طرح کا ہو عورت کی طرح نظر آ رہا ہو وہ اس کو پسند نہیں آیا کرتا۔ تو اسے بڑا شوق ہوتا ہے کہ ہم تو اس کے پیچھے پڑے ہیں کہ کسی کو پسند آئیں۔ اب یہ ہمیں راز بتائے۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ رف ٹف (خڑ پڑ) جس کے اندر مردانگی ہو وہ پسند آتا ہے عورت کو۔ تو یہ زینت کا دور آتا ہے۔ باپ کہتا ہے گائے دوہنی ہے میرے آج ہاتھ میں درد ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جاؤ اپنا کام کرو اور دودھ پینے کے لئے تو تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ اب اس کو یہ نہیں پتا کہ جب گائے کا گوبر لگتا ہے والد صاحب کے کپڑوں پر اور اس کی بدبو پھیلتی ہے گھر میں تب کوئی روزی کا وسیلہ بنتا ہے اور کچھ ملتا ہے۔ جب دکان پہ جا کر بیٹھتا

ہے سارا دن کمر کے درد کے ساتھ تو تب شام کو کچھ ساتھ لاتا ہے۔ پر اس کو کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ مونچھوں کا ایک بال اوپر سے زیادہ ہوگیا ہے۔ اس کو کیسے برابر کرنا ہے۔ اور بال کٹا کر آتا ہے تو پھر شہر جاتا ہے اس کے پاس کہ مجھے دیکھو یہ نیچے سے ایک انگلی کے برابر بال لٹک نہیں رہے! ساری شخصیت اور پرسنیلٹی میری خراب کر دی۔ یہ تو personality کے پیچھے پھر رہا ہوتا ہے دوسرا کرسی پر بیٹھ کر پڑھ رہا ہوتا ہے۔ کل کو وہ پڑھ لکھ کر آگے نکل گیا۔ اب یہ اس لڑکی کو مانگنے گیا تو اس کو کوئی گھاس ہی نہیں ڈالتا ہے۔ تمھاری زلفوں کی ادھر کوئی قیمت نہیں ہے۔ اب تو یہاں جھگڑا مال و دولت کا ہے، ہنر اور قابلیت (Qualification) کا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت

سلسلہ کی شورائے اول کے رکن جناب الطاف صاحب کے والد صاحب جناب حاجی قدرت اللہ صاحب بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ موصوف پشاور یونیورسٹی کے محکمۂ مالیات میں کام کرتے ہوئے بطور ۱۸ گریڈ آفیسر ریٹائر ہوئے۔ ملنے ملانے میں کوئی یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ یہ کسی محکمے کے آفیسر رہے ہیں۔ ایسی تواضع اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی تھی۔ محکمے میں خوب جان توڑ کر محنت کی، حکومت کا ایک ایک پیسہ سنبھالا اور عوام کی خدمت کی۔ بچوں کی ایسی تربیت کی کہ سارے بچے پابندِ صوم وصلوٰۃ ہیں۔ الطاف صاحب کے ذریعے ہمارے سلسلے کی جتنی خدمات وجود میں آئیں اور کارکردگی ہوئی اس سب کے ثواب میں اُن کے والد صاحب کا حصہ ہے۔ جن ساتھیوں تک یہ رسالہ پہنچے اُن کے لئے مغفرت کی دعا کریں اور ایصالِ ثواب کریں۔

روحانی علاج

(ڈاکٹر محمد سفیر صاحب، کنسلٹنٹ فزیشن، نیشنل ڈائیگناسٹک سنٹر، پشاور)

ہر بیماری کا ایک ظاہری پہلو ہوتا ہے اور ایک روحانی۔ ظاہری پہلو یا جدید طبی (ڈاکٹری) نقطۂ نظر سے بیماری کی کچھ وجوہات (causes) ہوتی ہیں۔ ان وجوہات کو معلوم کیا جاتا ہے اور ان کے مطابق علاج معالجہ کیا جاتا ہے۔ بعض بیماریوں کی جدید طب کے لحاظ سے وجوہات معلوم نہیں ہوتیں۔ ان کو idiopathic (نامعلوم وجہ) کہا جاتا ہے۔ بعض بیماریوں کو auto immune بیماریاں کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بدن کا مدافعتی نظام متاثر ہو گیا ہے اور وہ اپنے ہی بدن کے خلاف ایسے مواد پیدا کر رہا ہے جس سے بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بندہ نے اپنے حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب سے کئی مرتبہ سنا ہے کہ "بیماری کی اصل وجہ روحانی ہوتی ہے۔ روحانی لحاظ سے جو اخلاقِ رذیلہ ہیں مثلاً کبر، حسد، لالچ، کینہ، بغض، حرص، طمع، دنیا کی محبت، ریاکاری یا تو خود انسان کے اندر ہوں تو اس پر اثر انداز ہوتے ہیں یا دوسرے انسان کے اندر ہوں جس کے ساتھ اس کا تعلق ہو تو اس تعلق کا ایک ردِ عمل ہوتا ہے۔ یہ ردِ عمل بھی بدن پر اثر کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ظاہری بیماری پیدا ہوتی ہے۔ جو ظلم زیادتی ہمارے ہاتھوں دوسرے لوگوں پر ہو جاتی ہے یا جو اذیّت کی فضا ہم دوسرے لوگوں کے لئے بنا لیتے ہیں یہ چیز ہمیں بھی شدید اضطراب (Tension)، اور ذہنی کھچاؤ (Stress) میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ شرّی جنات، خبیث مؤکلات، جادو اور سحر کے اثرات بیماری کا سبب بنتے ہیں"۔

بندہ نے اس بات پر غور و فکر شروع کیا اور علاج معالجہ کے لئے آنے والے مریضوں پر عملاً اس کو آزمایا۔ ایک بات تو یہ سامنے آئی کہ ہماری جدید میڈیسن کی کتابیں چونکہ غیر مسلموں کی لکھی ہوئی ہیں اور ان کے ہاں تو ایمان اور آخرت نام کی کوئی چیز نہیں اور نہ ہی روحانیت کا نام و نشان ہے لہٰذا کسی بھی بیماری کے لئے ان کی سوچ مکمل طور پر صرف ظاہری پہلوؤں یا اسباب پر ہے۔ طریقۂ تشخیص اور طریقۂ علاج اور پھر بیماری کی پیچیدگیاں سبھی ان ظاہری وجوہات پر منحصر ہیں۔

دوسری بات یہ ذہن میں آئی کہ اپنے بزرگوں اور مشائخ کا ہر ایک قول وارشاد حق اور عین شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور شریعت عین فطرت کے مطابق ہے۔ جب کہ جدید میڈیسن تو سائنسی علم ہے جو کہ وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے حضرت کا یہ ارشاد کہ ہر بیماری کی وجہ روحانی ہوتی ہے پر بندہ نے کام شروع کردیا۔

۱۔ روحانی وجوہات کے لئے مریض کے وہ حالات پوچھنے شروع کئے جن کو جدید طب میں social history یعنی معاشرتی حالات کہتے ہیں۔ بندہ کے خیال میں کسی بھی معالج کو مریض کے مرض کی تشخیص اور علاج کے لئے معاشرتی حالات پر زیادہ وقت صرف کرنا چاہئے اور اسی سے پتہ چلتا ہے کہ بیماری کی اصل وجہ روحانی ہے بالخصوص ذہنی بیماریوں کی۔

۲۔ ظاہری علاج کے ساتھ ساتھ بندہ نے حضرت کے مرتب کردہ "نقش" کے روحانی عمل کا سہارا لیا اور حیرت انگیز نتائج دیکھنے میں آئے۔

اس سلسلے میں چند واقعات عرض کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ:

بنوں سے ایک مریضہ جس کی عمر ۴۲ سال تھی کلینک آئیں۔ رنگ پیلا اور چہرے پر زندگی سے مایوسی کے اثرات واضح تھے۔ اس نے حالات بتانا شروع کئے کہ دس سال سے بیمار ہوں اور چند مہینوں سے تو حالت یہ ہے کہ دل چاہتا ہے خودکشی کرلوں۔ کیونکہ کہ بدن کے درد سے بہت تنگ ہوں اور درد کی دوائیں اب اثر نہیں کرتیں۔ نیند کے لئے ساری ساری رات کروٹ بدلتی رہتی ہوں۔ نیند کی دواؤں سے کبھی چند لمحات کے لئے نیند آجاتی ہے ورنہ نہیں۔ دن بہ دن کمزور ہورہی ہوں۔ دو قدم لینے سے سانس پھول جاتا ہے۔ ہر وقت خوف طاری رہتا ہے، ہر چیز سے ڈر لگتا ہے۔ مریضہ کا طبی معائنہ کرکے اندازہ ہوا کہ اس کو thyrotoxicosis ہے۔ ٹیسٹ لکھ کردئے کہ یہ آپ اپنی تسلی کے لئے کروا لیں۔ مرض کی تشخیص ہوگئی ہے لیکن میں آپ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہا پوچھیں۔ میں نے پوچھا بچے کتنے ہیں اور شوہر کیا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹی مرگی کی مریضہ ہے، اسے دورے پڑتے ہیں۔ بیٹا پڑھتا ہے۔ شوہر کے بارے میں بتایا کہ بنوں میں کالج میں

لیکچرر ہے۔ شادی کو بیس سال ہو گئے ہیں اور یہ کہ اس کی بیماری کی وجہ اس کا شوہر ہے۔ کیونکہ اس کے دو ہی مشاغل ہیں۔ دوستوں کے ساتھ شکار کرنا جس کے لئے کئی کئی دن اور راتیں گھر نہ آنا اور گھر آ بھی جائے تو مجھے مارنا پیٹنا یا بے عزت کرنا۔ شروع میں تو میں سمجھتی رہی کہ جب بچے ہو جائیں گے تو ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن اس کی بیس سال سے یہی عادات ہیں۔ بچوں کی پیدائش بھی ہو گئی لیکن عادات میں کوئی فرق نہ آیا۔ میں عورت ذات ہو کر برداشت کرتی رہی اور پندرہ بیس سالوں میں نوبت یہاں تک پہنچی جو آپ کے سامنے ہے۔ مریضہ کو تسلی دی کہ آپ فکر نہ کریں، انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ مریضہ کے خون کے ٹیسٹ کی رپورٹیں آنے پر اس کو متعلقہ مرض کی دوائیاں تجویز کیں اور ساتھ ساتھ حضرت صاحب کا مرتب کردہ نقش اس کی خاص ترتیب پر پڑھنے کو دیا اور یقین دلایا کہ اس سے آپ کو حیرت انگیز فائدہ ہو گا۔ اللہ کی شان کہ ۲۰ دن بعد مریضہ دوبارہ معائنہ کے لئے آئی تو بہت خوش تھی۔ اس نے بتایا کہ ۹۰ فیصد فرق ہو گیا ہے۔ خاص کر اب اس کی ذہنی حالت ٹھیک ہے اور خودکشی کے خیالات نہیں آتے۔ خوف اور ڈر ختم ہو گیا ہے۔ کافی عرصے سے ذہنی دباؤ (depression) کی دوائیں استعمال کر رہی تھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ اب صرف ۲۰ دن کے علاج اور نقش پڑھنے سے ذہنی دوا کی ضرورت تک نہیں پڑتی۔

اس نے مزید کہا کہ نقش پڑھنے کی برکت سے اس کے شوہر کے رویّے میں بڑی تبدیلی آئی ہے۔ اب وہ اس کا خیال رکھتا ہے، گھر پر وقت گزارتا ہے، اس کی بات بھی مانتا ہے۔ اپنی بیٹی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ جوان بچی ہے لیکن پندرہ سال سے مرگی کی مریضہ ہے۔ ہر وقت بے خود پڑی رہتی ہے۔ روزانہ مرگی کا حملہ آتا ہے۔ علاج چل رہا ہے لیکن پھر بھی دورہ پڑتا ہے۔

کچھ عرصے بعد وہ بیٹی کو لائی۔ اس کی دوائی میں کچھ تبدیلی کی اور ساتھ اسے بھی نقش پڑھنے کو دیا۔ اس بچی نے جو نقش پڑھنا شروع کیا تو حیرت انگیز نتیجہ خود میرے لئے اور بچی کے والدین کے لئے کہ مرگی کے دورے مکمل ختم ہو گئے۔ مریضہ کی والدہ بہت خوش تھی کہ اب میری بیٹی نے کھانا بھی شروع کر دیا ہے۔ اس کی صحت اب بہت اچھی ہو گئی ہے۔ گھر کا کام کاج بھی میرے ساتھ کر لیتی ہے۔ مریضہ نے بندہ کو بہت دعائیں دیں۔

دوسرا واقعہ:

بندہ کے استاذ مرحوم پروفیسر ڈاکٹر شمس الرحمان صاحب (اللہ اُن کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے) کے انتقال کے بعد ان کے بعض مریض علاج کے سلسلے میں بندہ کے پاس آتے ہیں۔اسی طرح کے ایک مریض پچھلے پانچ سال سے آرہے ہیں۔انھیں دمہ کی تکلیف ہے۔ان کی عمر ۷۸ سال ہے اور کسی بینک کے ریٹائرڈ آفیسر ہیں۔ان کا ایک بیٹا ہے جس سے وہ بہت تنگ تھے۔ یہ صاحب جب بھی اپنی بیماری کے سلسلے میں بندہ سے ملتے تھے تو اپنے اس بیٹے کی بہت شکایت کرتے تھے۔بعض دفعہ تو وہ میرے سامنے روتے تک تھے۔ کہتے کہ ڈاکٹر صاحب آپ سے مل کر دل کی باتیں کہنے کو طبیعت ہوتی ہے۔ کہتے کہ میں نے بیٹے کو پڑھایا لکھایا، اس کی نوکری لگوائی لیکن کبھی بھی اس نے مجھے سکھ نہیں دیا۔ بلا وجہ برا بھلا کہتا ہے اور مغلظ گالیاں تک دیتا ہے۔گھر پر ہوتا ہے تو لڑائی جھگڑے کرتا رہتا ہے اور میرے کمرے میں داخل ہوکر مارنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔میرا بیٹے سے ایک ہی سوال ہوتا ہے کہ آخر میں نے تمہارے ساتھ ایسا کون سا سلوک کیا ہے جس کا تم مجھ سے یہ بدلہ لیتے ہو۔ایک مرتبہ یہ صاحب میرے کلینک میں بیٹھے تھے کہ اسی بیٹے نے میرے سامنے اپنے بوڑھے باپ کو سخت برا بھلا کہا۔اس دن یہ صاحب بہت روئے اور کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب اللہ سے موت مانگتا ہوں لیکن وہ بھی نہیں ملتی۔ میں نے انھیں تسلّی دی کہ اللہ خیر کرے گا آپ پریشان نہ ہوں۔ کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب اس کا ٹھیک ہونا تو کوئی کرامت ہی ہوسکتی ہے کیونکہ میں تو کئی سالوں سے اس کا مختلف Psychiatrists (دماغی امراض کے ماہرین) سے علاج کروا رہا ہوں۔کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ اس کے معالج بدل بدل کر میں بھی تھک گیا ہوں۔ضعیف باپ کی یہ حالت دیکھ کر میں خود بھی دل میں بہت خفا تھا۔میں نے ان کو پھر سے تسلّی دی اور دوائیں دیں۔ وہ صاحب چلے گئے۔

کچھ دن بعد ان صاحب کا وہی بیٹا جس کے ہاتھوں وہ بہت پریشان تھے، اپنے علاج کے سلسلے میں خود ہی میرے پاس آیا حالانکہ بقول اس کے گھر کے کئی افراد نے اسے پہلے بھی تلقین کی کہ جہاں اور اتنے ڈاکٹروں سے علاج کرایا ہے وہاں ایک بار بندہ کے پاس بھی آجائے۔ پھر اس نے اپنے آنے کی وجہ بتائی کہ کس بات نے اسے میرے پاس علاج کے لئے آنے پر مجبور کیا۔ کہنے لگا کہ کچھ دن

پہلے اس کے والد صاحب کو اس کی وجہ سے بہت سخت ذہنی تکلیف شروع ہوگئی۔ وہ ساری ساری رات جاگتے تھے اور عجیب عجیب باتیں کرتے تھے۔ میں ان کو اپنے ماہر نفسیات کے پاس لے گیا۔ ان ڈاکٹر صاحب نے کچھ دوائیں تجویز کیں۔ دوائیں بہت مہنگی تھیں۔ ایک ہی خوراک کھانے سے ان کے سارے بدن سے خون نکلنا شروع ہوگیا اور سارا بدن دانوں سے بھر گیا۔ کہنے لگا کہ ان کے اس مسئلے کا علاج بھی آپ ہی نے کیا اور اب وہ ٹھیک ہیں۔ ساتھ ہی اس نے اپنے ماہرِ نفسیات ڈاکٹر کو انگریزی میں گالیاں دینا شروع کر دیں۔ بندہ کو لگا کہ شاید اس کے بوڑھے باپ کی دعائیں اس کے حق میں قبول ہونے لگی ہیں۔ کہنے لگا کہ بس آپ میرا علاج کریں۔ جو ہدایات آپ دیں گے میں ان پر مکمل عمل کروں گا۔ میں نے اسے صرف دو قسم کی ادویات تجویز کیں اور ساتھ میں نقش پڑھنے کو دیا۔ میرا تجربہ تھا کہ نقش ذہنی امراض میں خاص کر بہت مفید ہے لہٰذا انشاء اللہ یہ ٹھیک ہو جائے گا۔

تقریباً دو ہفتے بعد نوجوان اپنے والد صاحب کے ساتھ آیا۔ میری سوچ اور عقل حیران کہ صرف دو ہفتے میں نہ صرف نوجوان کی بیماری ختم ہوگئی بلکہ اس کی زندگی بھی بدل گئی۔ بوڑھے باپ کے چہرے پر رونق تھی۔ وہ بہت خوش تھے۔ کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب آپ کو یاد ہوگا میں نے کہا تھا کہ میرے بیٹے کا ٹھیک ہونا کوئی کرامت ہو تو ہو ورنہ ناممکن ہے۔ میں نے کہا مجھے یاد ہے۔ کہنے لگے کہ یہ کرامت اس نقش کی برکت سے ہوگئی ہے۔ ہمارے گھر میں جہاں ہر وقت پریشانی چھائی رہتی تھی اب خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔ بیٹے کا روزگار بھی لگ گیا ہے۔ وہی بیٹا جو پہلے دردِ سر تھا اب سارے گھر کے افراد کے لئے سکھ کا ذریعہ بن گیا ہے۔ گھر تو گھر محلے کے لوگ تک خوش ہیں۔

بوڑھے شخص کی دعائیں بندہ کے حق میں انشاء اللہ ضرور پوری ہوں گی۔

تیسرا واقعہ:

پروفیسر ڈاکٹر مولوی عبید اللہ صاحب نے ایک مرتبہ خود بتایا کہ انھیں یہ تکلیف شروع ہوئی کہ کمرے میں اکیلا ہونے سے خوف اور سینے میں گھٹن محسوس ہوتی۔ یہ تکلیف اچانک شروع ہوئی۔ بندہ سے مشورہ کے لئے تشریف لائے کہ ڈاکٹری نقطۂ نظر سے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ ہم دونوں نے غور و فکر کیا۔ اس حالت کو Claustrophobia (بند جگہوں میں دم گھٹنے کا خوف) کہتے ہیں۔

چند دن بعد انھوں نے خود بتایا کہ نقش پڑھنا شروع کیا تو الحمدُ للہ وہ تکلیف مکمل طور پر ختم ہو گئی۔

چوتھا واقعہ:

ہمارے سلسلہ کے ایک ساتھی نے نقش پڑھنے کی برکت کا ایک واقعہ بندہ کو ارسال کیا جو انھیں کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔

میں ایک سرکاری محکمہ میں ملازم ہوں۔ میرا ایک ماتحت جاوید میرے پاس آیا۔ اس نے اپنا گھریلو مسئلہ بتایا کہ ان کا موجودہ گھر جو کہ ضلع ساہیوال میں واقع ہے پرانے زمانے میں سکھوں کا مکان تھا۔ اس مکان کو جاوید کے باپ اور چچوں نے گرا کر اپنے لئے دوبارہ تعمیر کرایا۔ پرانے مکان کے گرانے کے دوران کوئی جنّات اس مکان میں انتقال کر گئے۔ یہ بات ان کو کسی جن نے غالباً گھر کی کسی عورت کی زبانی بتائی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ اس کا بدلہ لیں گے۔ اس کے بعد سے گھر کے سب مرد عورتوں کو ایک جسمانی تکلیف درپیش ہے جس میں بائیں مونڈھے میں درد شروع ہو کر بازو میں پھیل جاتا ہے۔ یہ درد انتہائی شدید ہوتا ہے۔ اسی تکلیف کہ وجہ سے اس کے چار چچا بھی وفات پا گئے۔ بقول جاوید کے انھوں نے پورے پاکستان میں کسی ڈاکٹر یا عامل کو نہیں چھوڑا لیکن تکلیف میں کوئی فرق نہ آیا۔

میں نے کہا کہ میں اپنے شیخ صاحب سے بات کرلوں گا۔ اللہ خیر کرے گا۔ مذاق مذاق میں میں نے یہ بھی کہا کہ کہیں وہ جن میرے پیچھے بھی نہ پڑ جائیں۔ دو تین دن بعد جب میں اپنے ماتحتوں کو سبق پڑھا رہا تھا جن میں جاوید بھی بیٹھا ہوا تھا تو جوں ہی میری نظر جاوید پر پڑی بس تھوڑی دیر میں میرے بائیں مونڈھے میں درد شروع ہوا جو کہ بعد میں بازوؤں کو منتقل ہو گیا۔ درد اتنا شدید تھا کہ چیخیں نکلنے کو تھیں۔

میں نے سارا مسئلہ اپنے حضرت صاحب سے بیان کیا اور ان کی ہدایت کے مطابق نقش کی ترتیب پر خود بھی عمل کرتا رہا اور جاوید کو بھی دے دیا۔ مجھے تو الحمد للہ دو ہفتے میں افاقہ ہو گیا۔ جاوید سے پوچھا تو اس نے بھی بتایا کہ اللہ کا فضل ہو گیا اور ان کے گھر کے مسائل بھی ختم ہو رہے ہیں۔

ملفوظاتِ شیخ ﴿ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ﴾ (قسط۔۳۷)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

عورتوں کے لئے بیعت صرف جائز ہی نہیں ضروری ہے:

فرمایا کہ ہمارے ساتھی ایک دفعہ پوچھ رہے تھے کہ عورتوں کیلئے بھی بیعت جائز ہے، میں نے کہا جائز نہیں برخوردار! ضروری ہے اور جن آیتوں میں بیعت کا تذکرہ آیا ہے وہ عورتوں ہی کیلئے آیا ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَ کَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَکَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَ هُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَکَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ o

(الممتحنہ:۱۲)

یعنی اے پیغمبر ﷺ جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں آئیں بیعت ہونے کیلئے۔ مسلمان پہلے سے ہیں اب بیعت ہونے کیلئے آئی ہیں۔ کس لئے بیعت ہونے کیلئے آئی ہیں؟ مکمل اصلاح اور تربیتِ باطن کیلئے۔ بیعت کا پہلا درجہ بیعتِ اصلاح ہے۔ لَا يُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا..... پہلے اس بات کو حاصل کرنے کیلئے آرہی ہیں کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی، وَّ لَا يَسْرِقْنَ..... چوری نہیں کریں گی، وَ لَا يَزْنِيْن ......اور زِنا نہیں کریں گی، وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَ هُن..... اولاد کو قتل نہیں کریں گی، وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ..... اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں یعنی کسی پر بہتان نہ باندھیں گی، وَلَا يَعْصِيْنَکَ فِيْ مَعْرُوْف..... اور معصیت نہیں کریں گی نہیں توڑیں گی اللہ تعالیٰ کے وہ احکامات جو کہ اللہ تعالیٰ نے معروف یعنی اچھی باتوں کے کرنے کے بارے میں فرمائے ہوئے ہیں۔ فَبَايِعْهُنَّ..... اے پیغمبر ﷺ آپ ان کو بیعت فرمادیں۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰه..... اور آپ ان کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور استغفار بھی فرمائیں۔ استغفار خود بھی آدمی کرسکتا ہے لیکن یہ آیتیں اور دوسری احادیث ساری کی ساری اس بات کو بتارہی ہیں کہ بیعت ہونے کے بعد جہاں پر بیعت ہوتا ہے تو اس کا اپنا استغفار اور اُن (جس کے ہاتھ پر بیعت کررہا ہو) کا استغفار جب شامل ہوجاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا زیادہ نزول ہوتا ہے۔

فقہاءِ اہل السُنت والجماعت کے اُصول ہیں کہ شریعت کا فیصلہ چار بنیادوں پر ہوتا ہے،قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس:

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے تو فرمایا ہ"بشروا ولاتنفروا" کہ بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ اور"یسروا ولا تعسروا" آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔اور پھر وہ مشہور حدیث ہے جس میں کہ قرآن، حدیث، اجماع، قیاس چاروں چیزوں کا ذکر ہے۔فقہاءِ اہل السنّت والجماعت کے جو اُصول ہیں کہ شریعت کا فیصلہ چار بنیادوں پر ہوتا ہے،قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔جو آدمی ان چاروں میں سے کسی کو چھوڑ کر کہے کہ یہ دِین ہے تو یہ آدمی مردُود ہے۔کوئی آدمی کہے صرف قرآن دِین ہے یہ آدمی بھی مردُود ہے۔جو کہے صرف قرآن وحدیث دِین ہے یہ بھی مردُود ہے۔دِین قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس چار چیزیں ہیں۔حضرت معاذ بن جبلؓ سے آپ ﷺ نے پوچھا کہ جب تم وہاں پر ہو گے تو فیصلہ کیسے کیا کرو گے؟ اُنھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں کتابُ اللہ پر فیصلہ کیا کروں گا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں بات نہیں پاؤ گے تو؟ اُنھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کی سنت پر فیصلہ کروں گا۔پھر فرمایا کہ اگر اس میں بھی بات نہیں پاؤ گے تو؟ اُنھوں نے کہا اس قسم کے اور مسائل جو آئے ہوئے ہیں شریعت میں، اُن کی روشنی میں اس کا فیصلہ کروں گا۔

گائے حلال جانور ہے دودھ بھی اس کا پاک اور حلال ہے۔بھینس کے حلال ہونے کا اور بھینس کے دودھ کے پاک ہونے کا کوئی تذکرہ شریعت میں نہیں ہے، بھینس کی حلت، اسکے دودھ کی حلت، اس کے گوشت کی حلت یہ قیاسی ہے۔وہ جانور جو گھاس چرتا ہو، جگالی کرتا ہو، گندی چیزیں نہ کھاتا ہو، وہ حلال ہے۔تو یہ قیاسی ہے۔اجماع، نیک لوگوں کا، سمجھدار لوگوں کا جو شریعت کے فہم والے ہوں، صاحبِ علم، صاحبِ فہم اور صاحبِ تقویٰ، تین باتیں ہوں۔علم ہو اور اس کے ساتھ فہم بھی ہو یہ نہ ہو کہ فہم تو آدمی کا "دنگلی نه دنگلی" والا ہے۔یہ پشتو کا محاورہ ہے یعنی چھلانگ لگائی نہ لگائی۔یہ محاورہ ایسا ہے کہ پُرانے زمانے میں حکیم جُلاب دیا کرتے تھے مریض کو، اور ہدایت ہوتی تھی کہ بوجھ

نہیں اُٹھائے گا، چھلانگ نہیں لگائے گا اور گوشت نہیں کھائے گا، مرچیں مصالحے نہیں کھائے گا۔ایک دن جُلاب کر کے تین دن آرام کرنا ہوتا تھا، اُس میں چاول کھچڑی کھانا ہوتا تھا، پانی نہ بہت گرم نہ بہت ٹھنڈا پینا ہوتا تھا۔حکیموں کے علاج کی بڑی احتیاطیں ہیں، تو ایک آدمی کو حکیم نے بڑا سمجھایا کہ " تا جُلاب کڑے دے، دانگے بہ نہ " تم نے جُلاب لیا ہے چھلانگ نہیں لگاؤ گے، اُس نے کہا ٹھیک ہے جی۔ بات بھول گیا، پھر ہماری طرح عقل تو اس کی تھی نہیں اُس نے چھلانگ لگالی۔کسی نے کہا حکیم صاحب نے منع نہیں کیا تھا کہ " دانگے بہ نہ" چھلانگ نہیں لگاؤ گے، اُس نے اُس چھلانگ کی جگہ سے واپس پہلی جگہ کی طرف چھلانگ لگائی اور کہا" دنگلی نہ دنگلی " چلو چھلانگ لگائی تھی، نہ لگائی ہوگئی۔تو اس طرح اُس نے دو دفعہ بد پرہیزی کر لی۔ یہ اس کا فہم تھا کہ " دنگلی" کو "نہ دنگلی" کر دیا۔علم کے ساتھ فہم ضروری ہے اور فہم کے بعد پھر تیسری بات خوفِ خدا ہے۔تقویٰ اور خوفِ خدا ہونا چاہیے ورنہ آدمی مسائل اپنی مرضی کے بیان کرتا ہے۔تو اجماع کے لیے اہلِ علم، اہلِ فہم اور اہلِ تقوٰی ہونا ضروری ہے۔ان چار مآخذ کو نہ مانتے ہوئے آدمی کوتاہی کا شکار ہو چکا ہوتا ہے۔جس کے نتیجے میں تعلق مع اللہ میں بہت بڑی کوتاہی ہو جاتی ہے۔

دلربائے حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا دھیان، جنت اور اُس کے حُور و قصور کے لُطف سے کہیں زیادہ ہے:

فرمایا کہ ایک اجازت یافتہ ساتھی نے خط لکھا کہ پیشہ ایسا ہے کہ عورتوں کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے اور کبھی کشش ہو جاتی ہے۔اس کا علاج کیا کیا جائے؟ میں نے ان کو لکھا؛

حُوْرٌ عِیْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءً م بِمَا كَانُوْيَعْمَلُوْنَ ۝ (واقعہ: ۲۲ تا ۲۴)

ترجمہ: اور اُن کے لئے گوری گوری، بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (مراد حُوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ یہ اُن کے اعمال کے صلہ میں ملے گا۔ (حضرت اشرف علی تھانویؒ)

دوسرا جواب اس کو یہ لکھا:

ے دُنیا کسی کے پیار میں جنت سے کم نہیں
اِک دِلربا ہے دِل میں حُوروں سے کم نہیں

دِلربائے حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا دھیان، جنت اور اُس کے حُور و قصور کے لطف سے کہیں زیادہ ہے۔

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (الرحمٰن:۲۹)

ترجمہ: اور جو کوئی اپنے ربّ کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرا اُس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہیں۔

(معارف القرآن)

ترکیہ کے ایک جہاد میں ایک نوجوان جان توڑ کر لڑ رہا تھا۔ ایک بہت بڑے بزرگ بھی اس جہاد میں شامل تھے۔ ان کو بڑی خوشی ہوئی۔ انھوں نے نوجوان سے وجہ پوچھی۔ نوجوان نے کہا: گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اونگھ ہوئی۔ اس دوران ایک حور کو خواب میں دیکھا۔ اس کی وجہ سے یہ جذبہ طاری ہوگیا ہے۔ ان بزرگوں نے فرمایا: جب حور کے لئے یہ ہے تو حور والے کے لئے کیا ہونا چاہئے۔

ے جس کا عمل ہو بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

چشتیہ کا جھری ذِکر رات کی مستی ھے:

فرمایا کہ ہم ایک دفعہ ایک خانقاہ میں گئے۔ بڑے بزرگ جو تھے ان کے ایک خلیفہ تھے۔ وہ خلیفہ بوڑھے آدمی تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ لوگوں کی پٹائی کرتے تھے۔ مجسٹریٹ، ڈپٹی کمشنر اور سیکریٹری صاحبان ان سے پٹائی کراتے تھے۔ واقعی جن کی پٹائی انھوں نے کی ہے بعد میں اُن کی بڑی بڑی ترقیاں یعنی Promotions ہوئی ہیں۔ ہر ایک کی پٹائی کرتے تھے۔ ہم نے کہا کہ حضرت سے ہم بھی مصافحہ کرلیں لیکن بہرحال پٹائی سخت کرتے ہیں اور ہماری تو اتنی صحت بھی نہیں ہے اور مار کھانے کی ہمت بھی نہیں ہے۔ تو میں بھی ان سے مصافحہ کرنے کے لیے آگے گیا تو کسی نے بتایا کہ یہ حضرت مولانا صاحبؒ کے تعلق والا ہے، تو اللہ کی شان ہماری پٹائی نہیں کی۔ پشتو میں کہا کہ " دے دہ شپے مستي کئي، دے دہ شپے مستي کئي " یہ رات کو مستی کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ جہری ذِکر جو چشتیہ کا ہے یہ

رات کی مستی ہے۔ایک دوسرے مجذوب بزرگ کے پاس میں گیا تو لوگ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ان سے کہا کہ، "دے دہ شپے ڈھپڑے غگئی "یعنی یہ رات کو طبلہ بجاتا ہے۔واقعی یہ جہری ذکر جو ہمارا ہے کچھ عرصہ بعد آدمی کو دِل بجتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ پھر رَگ رَگ بجتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور واقعی اس کی گرمی کو آخر میں ہڈی کا گودا تک محسوس کرتا ہے۔حضرت سید سلیمان ندویؒ کا شعر ہے:

ے نام ان کا اور جاں کے ساز پر
ہر رگِ جاں سازِ الا اللّٰہ ہے

ے تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی اک سوال اچھا ہے

جہری ذکر میں ایک کیفیت ہوتی ہے سلطان الاذکار۔اس میں انسان لا الہ الا اللّٰہ کہتا ہے تو با قاعدہ محسوس ہوتا ہے کہ رَگ رَگ، ہر اک بال بلکہ پورے بدن سے الا اللّٰہ کی آواز شروع ہو جاتی ہے۔ تربیت السّالک میں حکیم الامّت ،مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے کئی مُریدوں نے اس بات کو لکھا ہے کہ ہمیں دورانِ ذِکر یہ حال محسوس ہوا،تو آپؒ نے فرمایا: مبارک ہو یہ سلطان الاذکار ہے۔

ے اللہ اللہ کن کہ تا اللہ شوی
ایں سخن حق است واللہ مے شوی (مولانا روم)

ترجمہ: اتنا اللہ اللہ کرو کہ بس اللہ اللہ ہی ہو جائے، یہ سچی بات ہے خدا کی قسم ایسے ہو جاتا ہے۔

جو لوگ ان اعمال و اشغال کو بغیر خود کیے اور برتے اس میدان سے گزرتے ہیں انکے عملی اور باطنی پہلو تشنہ رہ جاتے ہیں:

فرمایا کہ مدارس میں علماء کرام صَرفی نحوی ترتیبوں، جار مجرور، صلہ موصول، فاعل مفعول، ماضی، مضارع کی بحثوں کے ذریعے الفاظ کے معانی و مطالب سمجھاتے ہیں جو واقعی اور یقیناً بہت ضروری کام ہے۔جبکہ اہلِ تصوف ان علوم اور معانی کا عقل ،نفس ،قلب اور رُوح کے ساتھ رابطہ (Interaction) بتا کر ان معانی کی روشنی میں ان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ باطن میں کیا

حالات طاری ہوتے ہیں، آدمی کیا منازل طے کرتا ہے اور کیا مقامات حاصل ہوتے ہیں، اس کو واضح کرتے ہیں۔

آدمی تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ اگر صوفیاء کی اصلاحی ترتیب کر اور برت نہیں رہا۔ تو اس سے شخصیت میں ایک خلا باقی رہتا ہے۔ محققین کو محسوس ہوجاتا ہے کہ اس میدان میں چلنے کا موقع نہیں ملا۔ بعض مشائخ علماء کرام کے اخلاص اور ذہانت کو دیکھ کر اجازتِ بیعت دے دیتے ہیں۔ اس بنا پر کہ متوجہ ہو کر اس چیز کو سیکھیں گے۔ وہ اسی اجازت کو کافی سمجھتے ہیں۔ ان اعمال واشغال کو خود کر کے اور دوسروں سے برت کے، اس میدان میں سے نہیں گزرتے جس کے نتیجے میں عملی اور باطنی پہلو تشنہ رہ جاتا ہے۔

طبعی احساسات اور عقلی احساسات:

فرمایا کہ عظیم مفسر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ احساسات دو قسم کے ہیں۔

۱ . **طبعی احساسات:** جو کہ بغیر تفصیلی سوچ کے حالات کی وجہ سے قدرتی طور پر محسوس ہوتے ہیں۔

۲ . **عقلی احساسات:** جو کہ سوچ کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ ہم کسی واقعے کو زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا، ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ہم اگر یہ احتیاط برت لیتے تو ہم اس کا تدارک کر لیتے۔ پہلی قسم جو خود بخود محسوس ہو ان کو طبعی یا فطری احساسات کہتے ہیں اور دوسری قسم جو کہ پہلی قسم کے قدرتی محرکات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خیالات سوچوں اور ردِ عمل سے پیدا ہوتے ہیں وہ عقلی احساسات ہیں۔ فرق یہاں پر ہے کہ عام لوگ قدرتی اسباب کی وجہ سے ملنے والے غم اور خوف کو محسوس کرتے ہیں اور اس پر سوچ سوچ کر اس میں اضافہ کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور اُس کی منصوبہ بندی (تقدیر) کو ناگزیر (Unavoidable) نہیں سمجھتے۔ اولیاءاللہ بھی غم اور خوف کو محسوس کرتے ہیں مگر جب اُن کا ذہن ان احساسات پر سوچتا ہے تو اُن کا عقیدہ اور اپنے آقا اللہ کے ساتھ اُن کا تعلق اُن کے دل کو مضبوط کرتا ہے اور اُن کے احساسات پریشانی (anxiety)، دباؤ (stress) اور تناؤ (tension) کی طرف نہیں جاتے بلکہ ان پر جو اجر وثواب ملنے والا ہے اُس کا دھیان کرتے ہیں تو بجائے دباؤ اور تناؤ کے سکون محسوس کرنے لگتے ہیں۔

(جاری ہے)

ضمیر کی آواز

(ایسوسیئیٹ پروفیسر ڈاکٹر ارشاد صاحب، انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور)

بندہ پر اپنی زندگی میں چند ایسے واقعات آئے کہ اگر سلسلہ میں بیعت نہ ہوتا تو شاید میرا ردعمل مختلف ہوتا۔ اس بیعت کی برکت سے ضمیر نے ایک آواز دی جس پر میں نے لبیک کہا۔ وہی حالات جو بظاہر بگڑے ہوئے نظر آرہے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے درست کر لئے۔

پہلا واقعہ:

یہ ۲۰۰۴ کا واقعہ ہے۔ میری سلسلے کے ساتھیوں کے ہمراہ حج کے لئے روانگی تھی۔ میں رات کے کوئی ۸ بجے گاڑی میں گھر آرہا تھا۔ ساتھ میں بہن بھی تھی۔ کہ اچانک ایک سائیکل سوار گاڑی کے سامنے آیا۔ بندے نے بریک لگانے کی کوشش کی مگر پھر بھی گاڑی سائیکل سے ٹکرائی جس سے سائیکل سوار دور جا گرا۔ میں جلدی سے گاڑی سے نیچے اترا۔ لوگ لڑکے کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ لڑکا بے ہوش بمشکل مردہ پڑا ہوا تھا۔ ایک نے کہا کہ لڑکا مر چکا ہے، ساری غلطی لڑکے کی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ اگر اسکے گھر والے آگئے تو تمہیں نقصان پہنچا دیں گے۔ میں جلدی سے گاڑی کی طرف لپکا اور بہن سے کہا کہ وہ گھر چلی جائے اور گھر میں کسی سے واقعے کا تزکرہ نہ کرے وہ پریشان ہونگے۔ میں لڑکے کو ہسپتال لے جانا چاہتا ہوں۔ چونکہ گھر نزدیک تھا راستہ مامون تھا اور ہماری بچپن سے گزرگاہ ہے تو بہن پریشان حال گھر چلنے لگی۔ میں نے جلدی سے لڑکے کو گاڑی کی پچھلی نشست میں لٹا دیا۔ میں نے آواز لگائی کہ میرے ساتھ کوئی چلے مگر کوئی تیار نہیں تھا۔ چونکہ کسی حادثے کی صورت میں ہسپتال جانا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے گھبرایا ہوا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ایک طرف کل حج کے لئے پرواز اور دوسری طرف ہسپتال، تھانے، کچہری، اور جرگوں کی مصیبت۔ بہرحل اس موقع پر اللہ نے مجھے مفاد کو چھوڑ کر اپنے حکم پر چلایا۔ اور لڑکے کو ساتھ لئے ہسپتال کی طرف گاڑی روانہ کی۔ اللہ کی شان کے ابھی چند سکنڈ ہی گزرے تھے کہ لڑکا اٹھ بیٹھا اور کہا کہ مجھے اتار دو میں بلکل ٹھیک ہوں۔ میں پھر بھی اسے قریبی شفا خانے لے گیا۔ اور طبی معائنے کے بعد دوائیاں خرید کر فارغ ہوا۔ کل پھر دل کے اطمیناں کے ساتھ حج کے لئے روانگی ہوئی۔ اور حضرت کی رہنمائی میں حج قران نصیب ہوا۔ مکہ مکرمہ میں جب اپنی روداد حضرت کو سنائی تو حضرت بہت خوش ہوئے کہ شاید اتنے ذکر،

نوافل اور حج قران پر خوش نہ ہوتے۔

دوسرا واقعہ:

یہ ۲۰۰۸ کا واقع ہے۔ میں اسلام آباد سے آرہا تھا جب خیبر میڈیکل سنٹر سے تھوڑا آگے کوہاٹ روڈ کی طرف پہنچا تو اچانک سات آٹھ سال کی بچی دوڑتی ہوئی آئی۔ میری گاڑی سے ٹکرائی اور وہ دس فٹ تک دور ہوا میں اڑتی ہوئی زمین پر گری۔ میں جلدی سے گاڑی سے نیچے اترا اور بچی کو گود میں اٹھایا۔ بچی کی آنکھوں میں صرف سفیدی نظر آرہی تھی اور کالا حلقہ غائب تھا اور اسکے دونوں ہاتھ ٹیڑے ہو گئے تھے۔ مجھے یوں لگا جسے بچی آخری سانس لے رہی ہے۔ اتنے میں ایک لڑکا آیا جو اس بچی کو جانتا تھا۔ میں نے اسے لے کر ہسپتال کہ طرف گاڑی دوڑائی۔ ہسپتال پہنچنے پر لڑکا بچی کو شعبہ حادثات کہ طرف لے گیا اور میں گاڑی کو پارکنگ کی طرف۔ عین اسی وقت میری چھوٹی بہن کا فون آیا اور مجھ سے کہا کہ بھائی آپ کو دیر ہوگئی ہے۔ خیریت تو ہے۔ حالانکہ اتنی دیر نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی پہلے کبھی میری بہن نے ایسا پوچھا تھا مگر یہ ایک روحانی تعلق تھا جس نے میری بہن کو بے چین کر دیا تھا۔ میں نے بہن سے کہا کہ میں انشااللہ آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤنگا۔ گاڑی کو پارک کرنے کے بعد جب میں شعبہ حادثات آیا تو عجیب بات دیکھی کہ بچی بلکل ٹھیک ٹھاک پھر رہی ہے۔ اور معمولی خراش تک نہیں آئی۔ اتنے میں بچی کے والد آئے اور مجھ سے معذرت کی کہ اصل میں یہ بچی چترال سے آج ہی آئی ہے۔ ہم کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ یہ چپکے سے مین روڈ کی طرف نکل گئی۔ بہرحال میں نے انکے لئے دوائیاں خرید لیں اور رکشہ کے پیسے دے کر فارغ ہوا۔ اور آدھے گھنٹے میں ہی گھر پہنچ گیا۔

اللہ مجھے مفاد، مزا، اور حب جاہ کے مقابلے میں اپنے حکم پر چلائے۔ ہمیں اپنی آزمائشوں سے بچائے اور غیب سے ہماری مدد فرمائے۔

سفر کی مشہور دعا سبحن الذی سخر لنا ھذا و ما کنا لہٗ مقرنین و انا الیٰ ربنا لمنقلبون کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے و ما قدر اللّٰہ حق قدرہٖ و الارض جمیعاً قبضتہٗ یوم القیامۃ والسمٰوٰت مطویات بیمنہٖ سبحنہٗ و تعالیٰ عما یشرکون۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ یہ دعا سفر میں سوائے موت کے ہر قسم کے نقصان سے بچاتی ہے۔ اور اگر کوئی نقصان ہوا تو میں اُس کا تاوان دینے کے لئے تیار ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ مضمون جناب پروفیسر غلام ربانی انور صاحب نے حضرتؒ کی وفات پر لکھا تھا جو اُن کی کتاب نقوشِ حیات سے منتخب کیا گیا۔

مرشدی و مولائی حضرت الشیخ مولانا محمد اشرف خان صاحب سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ سابقہ صدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کی موت سے جو خلاء پیدا ہوا شاید ہی پُر ہو وے۔

؎ مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

آہ! آج حضرت مولانا نوّرہ اللہ مرقدہٗ ہم میں نہیں رہے جن کے علوم وفنون سے لاتعداد طلبہ نے فیض پایا۔ جن کی خطابت سے بے شمار دلوں میں ایمان کی حرارت پیدا ہوئی۔ فضائل وکمالاتِ دینی کی وجہ سے دورِ حاضر میں آپ کا شمار ان چند ہستیوں میں ہوتا ہے جو مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

؎ تو ہے مجموعۂ خوبی و سراپائے جمال
کون سی تیری ادا دل کی طلبگار نہیں؟

وہ بچپن سے موت تک مختلف امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود مجسمۂ علم واخلاص اور پیکرِ فضل وکمال تھے۔ ان کی زندگی پابندیٔ شریعت کا نمونہ رہی۔ حضرت مولانا محمد اشرف رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ ان کے والدین صاحب تقویٰ اور ذکر واشغال کے پابند بزرگ تھے۔ گھر میں علمی، دینی اور ادبی ماحول تھا۔ حضرت مولانا نے ساری زندگی مطالعۂ کتب میں گزاری۔ عربی، فارسی، اردو، حدیث، تفسیرِ قرآن، شعروشاعری اور تصوف میں دسترس حاصل کی۔ حضرت مولانا نے نور الاعظم ابنِ منصور علی باجوڑی رحمتہ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ مختلف اساتذہ اور اہلِ نظر سے استفادہ کیا۔ جامع حدیث وفقہ وتفسیر متبحر عالم علامہ محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث شریف کی سند و اجازت حاصل کی۔ عربی وفارسی ادب میں ایم اے کیا۔ ڈاکٹر محسن الحسینی الاسکندری الامصری کے شاگرد رہے۔ پہلے اسلامیہ کالج میں عربی کے پروفیسر اور بعد میں پشاور یونیورسٹی میں شعبۂ عربی کے صدر

رہے۔حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے روحانیات ،تصوف اور باطنی استفادہ اپنے شیخ و مربّی حضرت سید الملت مؤرخِ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی نوّرہ اللہ مرقدہٗ جو حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے مجازِ بیعت و خلیفہ تھے سے کیا۔اور باقی ساری زندگی کوچہٗ سلیمانی کے در پر گزاری ، بہت کچھ حاصل کیا۔فکر و نظر کی راہنمائی اور سلوک کی راہیں کھل گئیں ۔اپنے مرشد سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ سے فیضِ ارادت و تکمیلِ باطن حاصل کی ۔آپ اپنے مرشد کے آئینہ دار تھے اور انہیں کی طرح آپ کی مجالس میں بھی حضرت حکیم الامت کے معارف بیان ہوتے تھے۔اپنے مرشد کی نگاہِ پڑی اور پھر اس فیض کو مخلوکِ خدا میں عام کیا۔تبلیغی کام اور احیاءِ دین میں عملی جدو جہد کی ۔ برس ہا برس علمی اور عملی جہاد کیا۔اپنی زندگی قرآن وسنت اور اسوۂ صحابہ کی روشنی میں بسر کی ۔جب آپ کی صحت اچھی تھی تو تبلیغِ دین کی تبلیغ و اشاعت اور خاص و عام کی اخلاق و سیرت کی تعمیر و تربیت کا یہ سلسلہ ایک طویل مدت تک جاری رہا۔

ے کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ

بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ مے خانہ

حضرت مولانا نوّرہ اللہ مرقدہٗ کی مکمل زندگی ایک ادارہ تھا۔حضرت سے اس راقم و خادم کا نیاز مندانہ تعلق بتیس سال سے زائد رہا۔میں حضرت مولانا کا اسلامیہ کالج پشاور میں عربی زبان وادب میں شاگرد رہا۔اپنے اسلاف کے فیوض و برکات کو پشاور یونیورسٹی میں عام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا صاحب کو چن لیا تھا۔یونیورسٹی کے ماحول کو دیندار بنانے میں آپ نے بہت اہم رول ادا کیا۔ بڑے بڑے ڈاکٹرز، پروفیسرز باشرع ہوئے اور آپ کی محفل میں طالب علموں کی طرح براجمان ہوتے تھے۔ مجھے ذاتی طور پر اس مبارک وابستگی اور حضرت کی بزرگانہ شفقت و نوازش سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا۔حضرت سے شرفِ بیعت حاصل کی تھی اور آپ کی مجلس میں شرکت کرنے کی سعادت کبھی کبھی ملتی رہی۔آپ کی مجلس میں حقائق و معارف نہایت سہل انداز میں بیان ہوتے تھے۔آپ کی بابرکت صحبت سے حاضرین کو روحانی فیوض حاصل ہوتے تھے۔آپ کی باتوں سے دل و جان کو تسکین ہوتی تھی۔ بڑے افسران، علماء، طلبہ، بوڑھے، جوان سبھی آپ کی مجلس میں شریک ہوتے۔آپ کی زندگی کے ہر شعبے میں اتباعِ سنت کا اہتمام تھا۔حقوق العباد اور اپنے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کا بہت خیال رکھتے تھے۔

حضرت مولانا نوّر ہ اللہ مرقدہ ایک برگزیدہ ہستی تھے۔آپ شریعت،طریقت،حقیقت اور معرفت کی دولت سے نوازے گئے تھے۔آپ کا سینہ عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز تھا۔

"موت العالِم موت العالَم".

حضرت کے چہرے پر پاکیزگی اور نورانیت تھی۔وہ خوش گفتار،خوش خلق اور خوش لباس تھے۔ تواضع وشرافت،بےنفسی واخلاق،حلم ومروت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔دلوں کے اندران کی جگہ تھی اور محبت ووفا کے رشتے ان سے قائم تھے۔شرافت کردار کی بلندی اور دینِ حق کی خدمت کے پیشِ نظر طلباء،اساتذہ اور عام لوگوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھی۔

؎ تمہارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں بہت چراغ جلائیں گے روشنی کے لئے

☆☆☆☆☆☆☆

صلی اللہ علیہ وسلم

برطانیہ کے شہر مانچسٹر میں واقع لڑکیوں کے ایک سکول کے ہال میں تقریری مقابلہ ہو رہا تھا۔موضوع تھا ''مشہور مذہبی شخصیت''۔اس موضوع کے تحت ایک بچی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر اظہارِ خیال کیا۔تقریر کے دوران وہ بچی جب بھی لفظ ''محمدؐ'' ادا کرتی تو غیر ارادی طور پر صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہتی۔کلاس میں بیٹھی ایک دوسری بچی کو یہ حرکت سخت ناگوار گزری۔اس غیر ارادی غلطی کو ایک دو دفعہ برداشت کرنے کے بعد بچی سے رہا نہ گیا۔وہ اچانک اپنی نشست سے اُٹھی اور بلند آواز سے پکار اُٹھی:

صلی اللہ علیہ وسلم....صلی اللہ علیہ وسلم

ہال میں سناٹا چھا گیا۔سکول کی تاریخ میں پہلی بار کسی نے نظم وضبط کی خلاف ورزی کی تھی۔بچی کو فوراً ہال سے باہر نکال دیا گیا۔یہودی اور عیسائی اساتذہ اور ماہرینِ نفسیات پر مشتمل ایک ٹیم نے بچی سے بہت سے سوالات کئے اور اس کی اس بے ساختہ حرکت کے بارے میں پوچھا۔اس نے سسکیوں اور ہچکیوں میں ایمان افروز جواب دیا کہ جب کوئی شخص ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسمِ گرامی بولتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ درود شریف پڑھے،میں اس سے باز نہیں رہ سکی۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھنا میرا ایمانی و دینی حق ہے اور اس فریضے اور حق کی ادائیگی سے مجھے ڈسپلن کے نام پر نہیں روکا جاسکتا۔اس کی جرأت پر سب ساکت رہ گئے۔ (ایم آئی ایس پبلشرز کی کتاب ''مختصر پُر اثر'' سے ڈاکٹر محمد طارق صاحب کا انتخاب)

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، میں سٹیشن پر پہنچوں، گاڑی چلنے کے لئے تیار کھڑی ہو، میرا ایک قدم پائیدان پر ہو اور دوسرا قدم پلیٹ فارم ہو، گارڈ سیٹی دے چکا ہو، گاڑی چلنے لگے، ایک آدمی دوڑتا ہوا آئے اور پکارے احمد علی، احمد علی، اللہ کا قرآن سمجھا کے جا۔ فرماتے تھے، میرا دوسرا قدم پائیدان پر بعد میں پہنچے گا، آنے والے کو میں پورا قرآن سمجھا کے جاؤں گا۔

کسی نے پوچھا، مولانا پورا قرآن اتنی س دیر میں کیسے سمجھا دیں گے؟

فرمایا، ہاں قرآن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں، رب کو راضی کرو عبادت کے ساتھ، شاہِ عرب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرو اطاعت کے ساتھ اور اللہ کے مخلوق کو راضی کرو خدمت کے ساتھ۔ یعنی عبادت اللہ تعالیٰ کی، اطاعت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت خلقِ خدا کی۔ یہ پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔